

AL DALILI

Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)
ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY, QUETTA**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.aldalili.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں سماجی و دیہاتی بیانیہ

Social and rural narrative in the fictions of Prem Chand and Ahmad Nadeem Qasmi

AUTHORS

1. Naqeeb Ullah, M.Phil Scholar, Department of Urdu, (UOB) University of Balochistan, Quetta, Pakistan. Email: naqib.zaib@gmail.com
2. Tanzelah Naz, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Balochistan, Quetta, Pakistan.

How to Cite: Naqeeb ullah Kakar, and Prof. Tanzeela Naz. 2022. “URDU: پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں سماجی و دیہاتی بیانیہ : Social and Rural Narrative in the Fictions of Prem Chand and Ahmad Nadeem Qasmi”. *Al-Dalili* 3 (2):09-16. https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/53.

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/53
Vol. 3, No.2 || January–June 2022 || URDU-Page. 09-16
Published online: 01-01-2022

QR. Code

پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں سماجی و دیہاتی بیانیہ

Social and rural narrative in the fictions of Prem Chand and Ahmad Nadeem Qasmi

[1]Naqeeb Ullah, [2]Tanzelah Naz

ABSTRACT:
Urdu literature and the East are two perspectives, which are closely related. When we mention Urdu literature, it certainly includes cities and their colors, but the dominant narrative is villages. On the one hand, our urban life has long been in line with Western standards, and on the other hand, the majority of our population is rural. Those who have moved from the villages to the cities are still connected to the villages. Notwithstanding the fact that Who is the first fiction writer in Urdu literature, especially the tradition of short stories, Prem chand could be considered one of the earliest short story writers. We can say that Urdu got very good fiction writers with high artistic and intellectual abilities from the very beginning. Although the general observation is that the first artist of a genre or art are remembered only for being the first, but in Urdu fiction this stage was set separately and in a positive way. Prem Chand not only played a part in the beginning of this genre but also did marvelously well to give it a recognition through his art. Like Prem Chand, Ahmad Nadeem Qasmi's rural and social narrative is also a part of this article. Of course, we cannot consider Ahmad Nadeem Qasmi and Prem Chand as contemporaries, but we can say that Ahmed Nadim Qasmi made rural narrative the subject of his short stories too. Despite differences in their approach, rural society Is the main theme of Prem chand and Qasmi and most of the short stories are the best reflection of the rural society. The tragedies of this society are also presented to the reader while embellishing them with high artistic abilities.

Keywords: Social and rural narrative, fictions, Prem Chand, Ahmad Nadeem Qasmi.

اردو ادب اور مشرقی بیانیہ دو ایسے تناظر ہیں جن کا آپس میں گہرا تعلق ہے، مشرقی بیانیے میں دیہی تناظر ضرور ہوتا ہے اس لیے جب ہم اردو ادب پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں شہر کی رنگینیوں اور المیوں کا ذکر تو ہوتا ہے لیکن غالب بیانیہ دیہات کا ہوتا ہے. ایک تو ہمارے ہاں شہری زندگی مغرب کی مناسبت سے بہت دیر سے شہر کی معیار کے مطابق رائج ہوئی, دوسری بات یہ کہ ہماری اکثریت آبادی دیہات پر مشتمل ہے. جو لوگ دیہات سے نکل کر شہروں سے اپنا تعلق جوڑ چکے ہیں وہ بھی تاحال یا تادم مرگ دیہات سے تعلق بنائے رکھتے ہیں۔ اردو ادب میں فکشن خصوصاً افسانہ لکھنے کی روایت شاعری کی نسبت دیر سے رائج ہوئی اولین افسانہ نگار کون ہے۔ اس بات سے صرف نظر پریم کا شمار شروع کے اولین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کہ سکتے ہیں کہ اردو کو شروع سے اعلی فنی و فکری صلاحیتوں کے حامل افسانہ نگار ملے۔ حالانکہ عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ کسی صنف یا فن کے اولین فنکار صرف اولین ہونے کی وجہ سے یاد کیے جاتے ہیں لیکن اردو افسانے میں یہ مرحلہ الگ اور مثبت طریقے سے طے ہوا، پریم چند نے نہ صرف اردو افسانے میں ایک مثبت باب کے آغاز میں اپنا حصہ ڈالا بلکہ اپنی صلاحیتوں اور فن کے ذریعے اس صنف کو پہچان دلائی۔ پریم چند دوسری فنی خاصیتوں سے صرف نظر ہم نے یہاں اس مقالے میں صرف ان کے دیہاتی

اور سماجی بیانیے کو موضوع بنایا ہے پریم چند کی طرح احمد ندیم قاسمی کا دیہاتی اور سماجی بیانیہ بھی اس مقالے کا حصہ ہے۔ بلاشبہ احمد ندیم قاسمی اور پریم چند کو ہم ہمعصر نہیں ٹھہرا سکتے، لیکن ہم کہ سکتے ہیں کہ احمد ندیم قاسمی نے پریم کی طرح دیہاتی بیانیہ اپنے افسانوں کا موضوع بنایا بعض مقامات پر یقیناً دونوں میں اختلاف بھی ہو گا لیکن ان کے افسانوں میں دیہات اور دیہاتی سماج دونوں کا بنیادی موضوع ہے اور اکثریت افسانے دیہاتی سماج کی بہترین عکاسی کرتے ہیں اور اس سماج میں موجود المیوں کو بھی فن کی اعلیٰ صلاحیتوں سے مزین کرتے ہوئے افسانے کا حصہ کر قاری کو پیش کرتے ہیں۔

ادب اور اردو ادب کے بنیادی موضوعات میں انسان اور معاشرہ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اس کے بعد ان دونو ں کا باہمی تعلق اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اطلاقی اثرات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ افسانہ محض اپنے خیالات کو افکار کو کہانی کی ساخت میں گھڑا ہوا ایک بیانیہ ہے یہ تعریف جدید اادب میں کافی نہیں سمجھی جاتی بلکہ ، ہم یہاں بھی مستند طور پر نہیں کہ سکتے کہ افسانہ کی تعریف کیا ہے بمقالے طوالت اور موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم صرف یہ تحریر کر سکتے ہیں کہ افسانہ اعلیٰ تخلیق کا مختصر ترین وسیلہ ہے اردو افسانے کا شمار اردو ادب کی کم عمر ترین اصناف میں ہوتا ہے، لیکن اس عرصے کو اگر اردو کے افسانہ نگاروں کے تخلیقی معیار سے موازنہ کیا جائے تو انہوں نے کم عرصے میں اردو افسانے کو دوسری زبانوں کے افسانوں کے برابر مقام دلا دیا ہے یا کم از کم اردو افسانہ آج دوسری زبانوں کے افسانوں سے آنکھ ملانے کا قابل ہوا۔ یہ مشرقی زبانوں خصوصاً اردو میں کب تخیل اور فکر اور بیانیے کی سنگلاخ راہوں کو تخلیق سے ہموار کرتا ہوا تحریر کی صورت میں ڈھل گیا، کن کے تخیل اور فن کو سب سے پہلے تحریک ملی، ان تمام باتوں کے جواب میں ہمارا دھیان ایک ہی شخصیت یعنی پریم چند پر مرکوز ہوتا ہے۔ پریم چند نے نہ صرف اولین افسانہ نگاروں میں نام لکھوایا بلکہ انھوں نے افسانوی نگارش میں حقیقت پسندی کو اردو نثر میں فن کے معیاری اصولوں کے موافق رائج کیا۔ پریم چند ایک حقیقت پسند افسانہ نگار تھے، انسان اس کی محرومی اور اس محرومی کی وجوہات جن کو وہ غیر محسوس طریقے سے افسانے میں واضح کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ پریم چند کا تعلق دیہات سے تھا، آپ کی افسانہ نگاری میں اکثر افسانوی کینوس پر دیہات غالب نظر آنے کی وجہ بھی اس تعلق کو قرار دیا جاتا ہے۔

وہاں کئی بھینسیں تھیں کئی بکریاں، کئی گھوڑے، کئی گدھے مگر چارہ کسی کے سامنے بھی نہ تھا۔ سب زمین پر مردے کی طرح پڑے تھے۔ کئی تو اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ کھڑے بھی نہ ہو سکتے تھے سارا دن دروازے کی طرف دیکھتے رہے۔ مگر کوئی چارہ لے کر نہ آیا۔ تب غریبوں نے دیوار کی نمکین مٹی چاٹنی شروع کی مگر اس سے کیا تسکیں ہو سکتی تھی؟[1]

پریم چند کا ذکر اردو کے اولین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے، ان کے ساتھ ساتھ راشد الخیری، سجاد حیدر یلدرم، راجندر سنگھ بیدی اور سعادت حسن منٹو جیسے افسانہ نگاروں بھی نے اردو افسانہ کو نئی منازل متعارف کیا۔ یہ سفر یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ ان میں ایک اہم نام احمد ندیم قاسمی کا بھی ہے احمد ندیم قاسمی اور پریم چند کے نام ایک ساتھ آنے کی کئی وجوہات میں ایک یہ بھی ہے کہ دونوں کا شمار ترقی پسند افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے افسانوی شخصیات کا سفر یہاں سے شروع ہوتا ہوا احمد ندیم قاسمی تک پہنچتا ہے، احمد ندیم قاسمی اور پریم چند میں اختصاص ان کا دیہات سے تعلق ہے، افسانوی ادب میں پریم چند کے نام کے ساتھ احمد ندیم قاسمی کا نام اس لیے لیا جاتا کہ آپ دونوں نے افسانوی نگارش میں دیہات کو موضوع بنایا ہے، لیکن ایک بات واضح ہے کہ دونوں الگ الگ دیہاتی پس منظر سے تعلق رکھتے تھے لیکن مشرقی دیہات زیادہ تر ایک

جیسی روایات اور ثقافتیں رکھتی ہیں آپ دونوں کا پس منظر دیہاتی ہونے کی وجہ سے ناقدین اور محققین دونوں کی افسانہ نگاری میں مماثلت اور تفاوت کو فنی معنوی تناظر کے ساتھ ساتھ دیہی تناظر میں تحقیق و تنقید کے پیمانوں پر پرکھتے ہیں۔

برصغیر کی اکثری آبادی سماجی طور پر تاحال دیہات میں ہے۔ شہری آبادی کی اکثریت بھی نفسیاتی طور دیہاتی پس منظر سے ابھی تک نہیں نکلی اس لیے کسی بھی موضوع پر تحقیق یا تنقید کرتے وقت دیہاتی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ احمد ندیم قاسمی اور پریم چند کے ہاں صرف دیہات کی تصویر یا منظر کشی نہیں ہوتی بلکہ وہاں سماجی مسائل کی اندرونی اور بیرونی وجوہات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

گھیسو کو اس وقت ٹھاکر کی بارات یاد آئی جس میں بیس سال پہلے وہ گیا تھا۔ اس دعوت میں جو سیری اسے نصیب ہوئی تھی وہ اس کی زندگی میں ایک یادگار واقعہ تھی اور آج بھی اس کی یاد تازہ تھی۔[2]

احمد ندیم قاسمی کے ہاں دیہات کی معاشرت مرکزی اہمیت کی حامل ہے۔ وہ جہاں دیہی کردار کی بات کرتے ہیں ان کرداروں کا صرف تعارف نہیں کرتے بلکہ ان کرداروں کے جذبات احساسات زندگی کے تضادات اور نفسیات کی بہترین ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ ان کے فسانوں کا محور دیہات، دیہات سے منسلک ایسے دیہاتیوں کے باہمی تعلقات اور ان تعلقات میں توازن یا غیر توازن ہے۔ انہوں نے معاشی اور سماجی ناہمواریاں جو شہر کی نسبت الگ حیثیت اور کیفیت رکھتی ہیں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ ان کے کردار دیہات کی طرح سیدھے سادھے اور ملنسار ہوتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کرداروں کے ساتھ غیر حقیقی صفات منسلک نہیں کرتے بلکہ وہ ہر کردار اور ایسے کے ذیلی واقعات اور معروضی حقائق کی روشنی میں افسانے کو آگے بڑھاتے ہیں۔

چودھری ہنسا۔ چودھری کی ہنسی گاوں والوں کے طویل قہقہوں کی بسم اللہ تھی۔ دیر تک پتھر سے برستے رہے، اور سہا ہوا زیب خان پیچھے ہٹ کر میرے قریب آگیا۔[3]

پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کی کردار نگاری کی ایک خاصیت یہ کہ ان کے کرداروں سے قاری متنفر نہیں ہوتے بلکہ قاری غیر محسوس طریقے سے اس بات سے باخبر ہو جاتا ہے کہ دو کرداروں کے درمیان المیہ کیا ہے، قاری المیہ اور کردار کو الگ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے. ان کے افسانے دیہات کی حقیقی تصویر دکھاتے ہیں دیہات کے واقعات کے ساتھ ساتھ یہ وہاں کا حقیقی ماحول بھی دکھاتے ہیں دیہات میں بسنے والے انسان جانور سبزہ سب کی وہی تصویر دکھانے کی کوشش کی ہے جو حقیقت سے قریب تر ہو۔

دونوں (بیل) بھوک سے بے حال ہو رہے تھے کھیت میں مٹر کھڑے تھے چرنے لگے رہ رہ کر آہٹ لے رہے تھے کہ کوئی آ تو نہیں رہا۔ جب پیٹ بھر گیا دونوں کو آزادی کا احساہوا تو اچلنے کودنے لگے۔[4]

پریم چند کے افسانوں میں یہ خاصیت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ ان کے زیادہ تر اپنے افسانوں اور ناولوں میں دیہی معاشرے کی خوبصورت منظر کشی کی گئی ہے۔ ان کی پرورش ایک ایسے معاشرے میں ہوئی تھی، جہاں بیوپاری غریب کسان سے سود لیتا تھا۔ مذہبی پیشوا دھرم کے نام پر عوام کا خون چوستا تھا دولت مند اور زمیندار غریب کسانوں پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔ اس لیے پریم چند نے اپنے ملک و قوم یا اس پورے جغرافیے کو درپیش مشکلات پر خاص طور سے دیہاتی عوام کی پسماندگیوں کو ہی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ شہزاد منظر پریم چند کی افسانہ نگاری کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں:

"پریم چند کا تعلق دیہات سے تھا اور روزگار کے سلسلہ میں شہر منتقل ہونے کے باوجود انھوں نے لکھتے وقت دیہی زندگی کو فراموش نہیں کیا اور ان کے ان گنت مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ پریم چند نے اردو میں پہلی بار معاشرے کے بعض کرداروں مثلاً زمیندار، پٹواری، پولیس کا سپاہی، داروغہ، کسان، اس کی بیوی اور اس کے بچے وغیرہ کو پیش کیا۔ پریم چند سے قبل اردو میں یہ کردار ناپید تھے۔"[5]

کسی بھی افسانے میں موضوع کا انتخاب افسانہ نگار کی زندگی کے تجربے پر منحصر ہے۔ کوئی بھی ایسا تجربہ جو قاری کو نئی سوچ اور آگہی اور شعور سے روشناس کریں یہ بھی الگ نوع کا سوال ہے کہ کیا فکشن کا کام شعور دینا یا معاشرتی مسائل سے آگہی دینا ہے لیکن اس وقت یہ سوال مقالے کا موضوع نہیں ہے یہ بات حقیقت ہے کہ افسانہ نگار جب تک خود ان تجربات سے نہیں گزرا ہو جن سے وہ قاری کو گزارنے کا کوشش کرتا ہے تب تک وہ ان موضوعات کو افسانے کا موضوع نہیں بنا سکتا بصورت دیگر ان کی افسانے کا بیانیہ اور واقعہ اتنا جاندار نہیں ہو سکتا جتنا ہونا چاہیے۔ پریم چند اور احمد ندیم قاسمی اس حوالے سے ان ادوار کے ناظرین ہیں جب برصغیر شدید سیاسی و سماجی ابتری کا شکار تھا ان دونوں کا مشاہدہ گہرا تھا اس لیے ان افسانوں میں ان ادوار کے حالات واضح نظر آتے ہیں۔ مختلف فن پاروں میں مختلف انداز اور اسلوب میں ان المیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

سب کی آنکھوں میں ساغر و جام کا نشہ چھایا ہوا تھا دنیا میں کیا ہو رہا ہے، علم و حکمت کن کن ایجادوں میں مصروف ہے، بحر و بر پر مغربی اقوام کس طرح حاوی ہوتی جاتی ہیں اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔[6]

احمد ندیم قاسمی اور پریم چند دونوں ترقی پسندوں میں شمار کیے جاتے تھے اس لیے دونوں کے بیانیے میں مظلوموں کی آواز واضح سنائی دیتی ہے لیکن ان مشترک آوازں کے باوجود پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کے اسلوب میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ اور اس حوالے میں ہم اس فرق کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔

وہ اس سڑک پر کچھ ایسی بے تکلفی اور روانی سے چل رہے تھے جیسے انسان کھانا کھاتے وقت چاہے بات جلیانوالہ باغ کی کر رہا ہو مگر نوالہ سیدھا منہ کو جائے۔[7]

ان دونوں حوالہ جات میں ان کے بیانیے کا نمایاں فرق محسوس کیا جاسکتا ہے، بات دونوں کے ہاں ایک ہو رہی ہے لیکن بیانیے کا انداز احمد ندیم قاسمی کے ہاں استعاراتی یا علامتی ہے جبکہ پریم چند ایک ناقد کی طرح کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر معاشرے کی سیاسی بے حسی بات واضح کرتے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی اور پریم چند ہم نہیں کہلائے جاتے لیکن ترقی پسند تحریک کو متزلزل صورت سے نکال کر سنجیدگی اور کامیابی سے ہم کنار کرنے میں آپ نے اہم فریضہ ادا کیا، اسی کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے اس تحریک کو نئی توانائی، نیا جوش اور نیا جذبہ بھی دیا۔ ان کی افسانوی نگارش میں صرف ترقی پسندی کا اظہار نہیں ملے گا جس سے ایک افسانہ صرف ایک پرپیگنڈہ تحریر بن جاتی ہے خصوصاً جب وہ تحریر فنی خصائص سے بھی پاک ہو، ترقی پسندی کو اپنے بیانیے کا حصہ بنانے کے لیے دیہات کو افسانے کا موضوع بنانا مشکل عمل ہے لیکن اس کام میں بھی پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کامیاب ہوئے۔ شمس الرحمن فاروقی ایک مقام پر احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں فن ماحول اور مرتبے کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں: "میں نے قاسمی صاحب کے بہت سے افسانے اپنے زمانہ نوجوانی میں پڑھے۔ بعض مجھے اچھے لگے، بعض نے مجھے اس لیے متاثر کیا کہ وہ اس

روایتی خوبی سے معرا تھے جو احمد ندیم قاسمی کی خاص صفت بتائی جاتی ہے، یعنی پنجاب کے دیہات کی منظر کشی۔ ویسے مجھے یہ بات ہمیشہ نامناسب لگی کہ افسانہ نگاروں کو اس طرح علاقوں میں بانٹ دیا جائے، کیوں کہ پھر ان کی شخصیت انھی علاقوں کے حوالوں سے متعارف اور مذکور ہوتی ہے۔ بیدی صاحب جیسے بڑے افسانہ نگار تو اس علاقائی پھندے سے بچ نکلتے ہیں اور بیدی صاحب یوں بھی اس قدر متنوع ہیں اور ان کے تنوع کا ہر رنگ اس قدر توجہ انگیز ہے کہ ان پر کوئی لیبل فٹ نہیں آتا۔ لیکن بلونت سنگھ، سہیل عظیم آبادی، احمد ندیم قاسمی جیسے عمدہ لیکن نسبتاً محدود افسانہ نگار نقصان میں رہتے ہیں۔"[8]

پریم چند نے اپنے افسانے میں نہ صرف دیہاتی کردار کے سطحی حالات کا مطالعہ جائزہ و مشاہدہ پیش کیا، بلکہ ان کی نفسیات، ان کے جذبات اور تحت الشعور کی باتوں کو بھی سچائی حقیقت پسندی کے ساتھ سامنے لایا، اور یہی پریم چند کے فن کا کمال ہے۔ اور فن کے اسی غیر معمولی کمال نے پریم چند کو مختصر افسانہ نویسی کا ترجمان بنادیا۔ فن پر عبور رکھنے کے علاوہ، پریم چند کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے افسانوی نگارش میں قدروں کا اضافہ کیا اور چند نئی روایتوں کی دوبارہ بنیاد ڈالی جو دوسرے افسانہ نگاروں کے لئے رہنمائی بن گئی، پریم چند کا دل انسانی زندگی اور اقدار سے معمور تھا۔ وہ اپنے افسانوں میں برے سے برے انسان سے بھی نفرت کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس کردار سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ انسان فطری طور پر نہ دیوتا ہوتا ہے نہ شیطان، سماجی تقاضے او معروض ہی اسے اچھا یا برا بنا دیتے ہیں۔ افسانہ کفن میں جس طرح وہ باپ بیٹے کے کرداروں کو پیش کرتے ہیں وہ مذکورہ بالا دعوے کے اس لیے کافی ہیں کہ یہی کردار اگر کوئی قاری اپنے الفاظ میں کسی اور کے سامنے پیش کریں قوی امکان ہے کہ کردار کا یہ توازن ٹوٹ جائے گا۔ وہ باپ بیٹے کی خود غرضی یا بے حسی کو یوں بیان کرتے ہیں جیسے یہ افسانے کی فضا میں کوئی معمول کا کام ہو رہا ہے ان کرداروں کے پس منظر میں ہم وہ وجوہات بھی واضح نظر آنے لگتی ہیں جو ان کرداروں سے حسی تک پہنچا چکی ہیں۔

موضوع کے اعتبار سے اس افسانے کی خوبی یہی ہے کہ ہم بطور قاری پنے ہی سماج کی مہذب بے بسی میں پوری طرح ملوث ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔[9]

منشی پریم چند اردو کے وہ افسانہ نگار ہیں جنھوں نے دیہات اور دیہات کی زندگی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا اور دیہی زندگی کی وہ حقیقت پر مبنی تصویر ہمارے سامنے پیش کی جو کہ اردو ادب میں نئی شروعات کا آغاز ہے۔ وہ خود دیہات میں ہی پلے بڑھے تھے اس لئے وہاں کے حالات و مسائل سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ خصوصاً کسانوں اور مزدوروں پر ہونے والے مظالم کو انھوں نے قریب سے دیکھا تھا۔ اور ان مظالم کو اکثر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ پروفیسر قمر رئیس پریم چند کے متعلق یوں رقمطراز ہیں: "پریم چند پہلے ادیب ہیں جنھوں نے ہندوستانی گاؤں کے کسانوں، کھیت، مزدوروں اور ہریجنوں کی عظمت اور انسانی وقار کو سمجھا۔ ان کے لیے ادب کے کشادہ دروازے کھولے، انھیں ہیرو بنا کر، ان کے دکھ سکھ کی گاتھا سنا کر اردو کے افسانوی ادب کو نئی وسعتوں اور ایک نئے احساسِ جمال سے آشنا کیا۔"[10]

اردو کے جن دو افسانہ نگاروں نے افسانے کے فن کو دیہات کے موضوع کے پہلو کامیابی دلائی اور اس فن میں خود بھی ایک نام پیدا کیا ان میں پہلی فرصت میں پریم چند اور احمد ندیم قاسمی کے نام نمایاں ہیں۔ یہ اردو افسانے کے ہر اول دستے کے دو کامیاب افسانہ نگار ہیں تاہم ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ پڑھتے ہوئے ہر کوئی الگ احساس سے اپنے ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے، پریم چند ابتدائی دور میں ایک رومانیت

پسند افسانہ نگار کی حثیت سے پہچان رکھتے تھے، لیکن بعد میں وطن سے محبت نے ان کو دوبارہ دیہات کی راہ دکھائی۔ پریم چند کا دیہاتی ماحول ارتقا کے دور سے گزر کر ترقیافتہ دور میں داخل ہو چکا تھا اس کے افسانوں میں صرف نصیحتیں نہیں ہیں بلکہ اپنے ہر کردار کو اس کی حقیقی شکل میں حقیقی انداز میں پیش کیا وہ تمام کردار غیر محسوس طریقے سے قاری کو افسانہ گار کے بیانیے سے آشنا کرتے ہیں، پریم چند چونکہ فطری طور پر ایک سادہ سچے اور مخلص انسان تھے ان کی یہ سادگی اور سچائی ان کے اسلوب بیان میں واضح نظر آتی ہے اس لیے جہاں وہ دیہات کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی فطری سادگی اور سچائی اس میں مزید حقیقت بھر دیتی ہے۔

پھول متی: "گھر میں نے بنوایا ہے۔ روپے میں نے جوڑے ہیں۔ باغ میں نے خریدا اور آج اس گھر میں غیر ہوں؟ منو نے یہ قانون بنایا ہے؟ اچھی بات ہے۔ اپنا گھر بار لو۔ میری جان مچھوڑو۔ اس طرح محتاج بن کر رہنا مجھے منظور نہیں۔ اس سے کہیں اچھا ہے کہ میں مر جاؤں داورے اندھیر میں نے ہی درخت لگایا اور میں ہی اس کا پے نہیں توڑ سکتی۔ میں نے گھر بنوایا میں ہی اس میں نہیں رہ سکتی۔ اگر یہی قانون ہے تو اس میں آگ لگ جائے۔ اگر میں جانتی کہ میری یہ درگت ہونے والی ہے تو ساری جائداد اپنے نام کرا لیتی۔"

چاروں نوجوانوں پر ماں کی تندہی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ قانون کا فولادی زرہ ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس کچے لوہے کان پر کیا اثر ہوتا۔

شام ہو گئی تھی دروازے پر نیم کا درخت سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کے پتوں میں بھی جس نہ تھی۔ رخصت ہونے والے آفتاب کی ٹھنڈی کرنیں جیسے جائے پناہ ڈھونڈتی پھرتی تھیں۔ پھول متی آہستہ سے اٹھ کر اپنی کوٹھڑی میں چلی گئی۔[11]

پریم چند اور احمد ندیم قاسمی برصغیر سے تعلق رکھنے کے باوجود الگ جغرافیے اور مختلف سرحدوں سے تعلق رکھتے تھے پریم چند یوپی کی دیہات کی ترجمانی کرتے تھے ان کے افسانوں میں یوپی کے دیہات کے سماجی اور فطرتی رنگ نظر آتے ہیں۔ جبکہ حمد ندیم قاسمی خوشاب آنگہ میں پیدا ہوئے انہوں زندگی کے اچھے اور ابتدائی ایام یہیں گزارے اس لیے ان کے افسانوں میں وہاں کی فطرتی مناظر اپنی تمام خصوصیات اور خوبصورتی کے ساتھ نظر آتے ہیں، ان کی باقی زندگی لاہور اور ملتان جیسے بڑے شہروں میں گزری اس دوران ان کا اپنے گاوں سے تعلق بہت کم ہوا لیکن ان کے افسانوں میں اس سے ایک نیا رنگ غالب آیا اس کے افسانوں میں شہروں اور ددیہات کا امتزاج نظر آنے لگا ان دونوں مقامات کا صرف ذکر نہیں ملتا بلکہ ان دونوں مقامات کے فطری رنگ اپنی اصل ماہیت کے ساتھ واضح دکھائی دیتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی تک جتنے افسانہ نگار موضوع بنا چکے تھے وہ صرف نثر نگار تھے، احمد ندیم قاسمی وہ پہلے اور تاحال واحد ادیب ہیں جو بیک وقت شاعر اور نثر نگار تھے، اس لیے وہ دیہات کے فطرتی ماحول کے جمالیاتی زاویے کو بھی افسانے کا موضوع بنانے کا فن جانتے تھے منظر کو اس منفرد انداز سے پیش کرتے کہ وہاں موجود ہر شے کو اپنا مقام اور حیثیت مل جاتی۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں اس فنکاری کا مظاہرہ شاعر ہونے کی وجہ سے کیا، چنانچہ اس کے افسانوں میں فطرت کے حقیقی رنگ اور ان رنگوں کے احساسات بخوبی محسوس ہوتے ہیں۔ پریم چند دیہات کو مخصوص زاویے سے دیکھتے تھے ان کے ہاں بعض اوقات معنویت حاوی ہو جاتی ہے، جب معنویت حاوی ہوتی ہے تو افسانہ نگار کے فن میں جمالیاتی خصوصیات معنویت کی نسبت کم ہو جاتی ہیں۔ اس صورت حال کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ افسانہ نگار اپنے فن میں ناکام ہوا ہے بلکہ افسانہ نگار ان دونوں معیارات پر بہت کم اترتے ہیں، بعض اوقات تو یہ بحث بھی موضوعی تناظر میں تنقید کی نذر ہو جاتی ہے، پریم چند ترقی پسند تحریک کے بہت قریب ہوتے ہیں، اس لیے پریم چند کے ہاں سماجی مسائل غالب بیانیے کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔

حوالہ جات

[1]پریم چند "مجموعہ منشی پریم چند افسانے" سنگ میل پبلی کیشن لاہور، 2002ء، افسانہ، دو بیل، ص790

[2]پریم چند "مجموعہ منشی پریم چند افسانے" سنگ میل پبلی کیشن لاہور، 2002ء، افسانہ، کفن، ص765

[3]قاسمی، احمد ندیم" آنچل" سنگ میل پبلی کیشن لاہور، 2007ء، افسانہ، جان ایمان کی خیر، ص33

[4]پریم چند "مجموعہ منشی پریم چند افسانے" سنگ میل پبلی کیشن لاہور، 2002ء، افسانہ، دو بیل، ص789

[5]منظر، شہزاد، منظر پبلکشنز کراچی، 1986ء، "جدید اردو افسانہ"، ص171

[6]پریم چند "مجموعہ منشی پریم چند افسانے" سنگ میل پبلی کیشن لاہور، 2002ء، افسانہ، شطرنج کے کھلاڑی، ص768-769

[7]قاسمی، احمد ندیم، مجموعہ بازار حیات، مکتبہ اساطیر لاہور ۱۹۹۵، 1995ء، افسانہ کفن دفن، ص129

[8]ماہ نامہ اُردو دنیا، صفحہ 9، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی، ستمبر 2006ء

[9]فاروقی، ایم اے (مرتب) افسانے کے مباحث، بک ٹائم کراچی، 2017ء، رام لعل، افسانے کا فن، ص27

[10]قمر رئیس، اردو میں بیسویں صدی کا افسانوی ادب کتابی دنیا، دہلی، 2004ء، ص468

[11]پریم چند "مجموعہ منشی پریم چند افسانے" سنگ میل پبلی کیشن لاہور، 2002ء، افسانہ بدنصیب ماں، ص852-853